آدمؑ کی کہانی کے تین پہلو

آدمؑ کی کہانی کو اکثر مذہبی اور فلسفیانہ سیاق و سباق میں زیر بحث لایا جاتا ہے، پھر بھی بہت سی تشریحات غیر قرآنی (اسرائیلی) روایات پر بہت زیادہ انحصار کرتی ہیں اور قرآن سے متصادم ہیں، جو اللہ کی تصویر کو ایک سخت گیر اور سزا دینے والے رب کے طور پر پیش کرتی ہیں۔

قرآن پر گہرائی سے غور و فکر کرنے پر ایک مختلف تصویر سامنے آتی ہے، جس کی جڑیں رحمت، حکمت اور انسانی شعور کی نشوونما میں ہیں۔اس مضمون میں آدم کی کہانی کے تین پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا ہے۔

1. آدمؑ کی کہانی کا قرآنی پہلو

آدم کو زمین پر نائب کے طور پر پیدا کیا گیا تھا، جنت کے لیے نہیں: قرآن واضح طور پر کہتا ہے:
پھر ذرا اُس وقت کا تصور کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ "میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔" انھوں نے عرض کیا: "کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں، جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا اور خوں ریزیاں کرے گا؟ آپ کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح اور آپ کی تقدیس تو ہم کر ہی رہے ہیں (وہ متجسس تھے کہ اللہ ایسی مخلوق کیوں پیدا کرنا چاہتا ہے جو زمین پر فساد برپا کرے گی)۔" فرمایا: "میں جانتا ہوں جو کچھ تم نہیں جانتے"۔ اس کے بعد اللہ نے آدمؑ کو ساری چیزوں کے نام سکھائے (یعنی عقل و شعور کی وجہ سے وہ ان کو سمجھ گئے)، پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا "اگر تمہارا خیال صحیح ہے (کہ کسی خلیفہ کے تقرر سے اِنتظام بگڑ جائے گا) تو ذرا اِن چیزوں کے نام بتاؤ"۔ اُنھوں نے عرض کیا "نقص سے پاک تو آپ ہی کی ذات ہے ہم تو بس اُتنا ہی علم رکھتے ہیں، جتنا آپ نے ہم کو دے دیا ہے۔ حقیقت میں سب کچھ جاننے اور سمجھنے والا آپ کے سوا کوئی نہیں (2:30-32)۔ چونکہ آدم کو زمین پر اللہ کا نائب بننا تھا، اس لیے ضروری تھا کہ اسے اختیار کی آزادی دی جائے۔

ان قرآنی آیات پر غور کرنے پر دو سوالات ذہن میں آتے ہیں۔ پہلا سوال جو پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ: فرشتوں نے کیسے اندازہ لگایا کہ انسان زمین پر افراتفری و فساد برپا کرے گا؟ علماء اس کی دو وضاحتیں پیش کرتے ہیں: پہلی وضاحت یہ ہے کہ فرشتوں نے یہ فرض زمین پر جنوں کی تباہ کاریوں کی وجہ سے (ان کو دی گئی آزادی کی وجہ سے) کیا تھا۔ دوسری وضاحت جو ابن کثیر کی تفسیر میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ اللہ

تعالی نے اس کے متعلق کچھ فرشتوں کو بتا دیا تھا۔ میری رائے میں، یہ معنی رکھتا ہے کیونکہ اللہ تعالی کے علاوہ مستقبل کے بارے میں کوئی نہیں جانتا۔

میرا سوال قارئین سے: "کیا کبھی کسی نے فرعون یا کسی آمر سے یہ پوچھنے کی جرات کی ہے کہ تم کیا کر رہے ہو؟" سب کہیں گے: "کوئی ہمت نہیں کرے گا!" یہ مہربان قادر مطلق ربّ ہے جس نے نہ صرف ایسے سوالات کرنے کی اجازت دی بلکہ وضاحت کے ساتھ اس کا جواب بھی دیا۔ جو اس کے بے پناہ صبر، اس کی بے مثال رواداری، اور اس کی لامحدود رحمت کی گواہی دیتی ہیں۔ یہ اس کی رحمت، صبر اور انصاف کی خدائی صفات کی وجہ سے ہے کہ وہ ہم سے ہماری بداعمالیوں پر فوراً محاسبہ نہیں کرتا۔

مزید قرآن کہتا ہے: آخر کار دونوں (میاں بیوی) اُس درخت کا پھل کھا گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فوراًہی ان کے ستر ایک دوسرے کے آگے کھل گئے (یعنی تمام آسائشیں واپس لے لی گئیں) اور دونوں اپنے آپ کو جنت کے پتوں سے ڈھانپنے لگے۔ آدمؑ نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور راہِ راست سے بھٹک گیا۔ پھر اُس کے رب نے اُسے برگزیدہ کیا اور اس کی توبہ قبول کر لی اور اسے ہدایت بخشی اور فرمایا، ’’تم دونوں (یعنی انسان اور شیطان) یہاں سے اتر جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے۔ اب اگر میری طرف سے تمہیں کوئی ہدایت پہنچے تو جو کوئی میری اس ہدایت کی پیروی کرے گا (یعنی وہ لوگ جو غور و فکر کرتے ہیں اور رب کی ہدایت پر عمل کرتے ہیں) وہ نہ بھٹکے گا نہ بد بختی میں مبتلا ہو گا (20:121-123)۔ مندرجہ بالا آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ اور اماں حوا کو جنت میں معاف کر دیا تھا، اس نے انہیں زمین پر اپنا خلیفہ بنایا جیساکہ شروع کی آیت میں مذکور ہے۔

’’لیکن اکثر علماء رحمان و عادل ربّ کو ایک سخت گیر رب کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی لیے کوئی بھی شخص یومِ جزا اس کے انصاف سے بچنے کے لیے کوئی عذر پیش نہ کر سکے گا۔ اے ہمارے پالنے والے رب ہم نے تیری قدر نہیں کی جو تیرا حق ہے۔ تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں، ہمیں بخش دے اور ہمارے دلوں میں اپنی محبت ڈال دے۔ آمین!

2. علماء سو کی بیان کردہ اسرائیلی روایات کا پہلو

علماء کہتے ہیں کہ جب آدمؑ اور اماں حوا نے ممنوعہ درخت کا پھل کھایا تو انہیں جنت سے نکال دیا گیا۔ اماں حوا اب جدہ میں اتریں اور آدمؑ سری لنکا کے ایک پہاڑ پر۔ یہ قصہ دو بنیادی وجوہات کی بنا پر مضحکہ خیز ہے۔ پہلی اہم وجہ: جب اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا تھا تو پھر وہ ان کو الگ کر کے دنیا کے مختلف حصوں میں کیوں اتارے گا؟ دلیل کی خاطر، اگر ہم یہ قبول کر لیں کہ وہ علماء سو کے دعوے کے مطابق اترے ہیں، تو اس سے مزید سوالات جنم لیتے ہیں۔ اس وقت دنیا میں آدمؑ اور اماں حوا واحد انسان تھے جن کے چاروں طرف جنگلی جانوروں کا ڈیرہ تھا۔

i) اماں حوا نے اپنے آپ کو جنگلی درندوں سے کیسے بچایا ہوگا؟

ii) سری لنکا سے ہندوستان تک سمندر عبور کرنے کے لیے آدم ایک غیر معمولی تیراک رہے ہوں گے۔ آپؑ کو 55 کلومیٹر کا سب سے کم فاصلے کا بھی پتا ہوگا جہاں سے تیر کر ہندوستان جانا تھا۔

iii) آدمؑ کے دماغ میں گوگل میپ ضرور موجود ہوگا جو انہیں اپنی شریک حیات حوا تک لے جائے گا؟ ایک روایت میں ہے کہ آدمؑ اور اماں حوا دونوں عرفات میں واقع جبل رحمت پر اترے جو میرے نزدیک منطق ہے اور رحمٰن کی صفات کو ظاہر کرتے ہیں۔ جبل رحمت پر بھی لکھا ہوا ہے کہ آدم اور اماں حوا اس پہاڑ پر اترے تھے۔ اس کے باوجود تمام عقائد کے علماء اسرائیلی روایات کو بیان کر کے رب کائنات کو ایک سخت گیر رب کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیوں؟

3. میری رائے میں تیسرا پہلو

اللہ نے آدم اور اماں حوا کو جنت میں کیوں بھیجا؟ قرآن بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو زمین پر اپنا نائب بنایا اور کہیں بھی نہیں کہا کہ وہ جنت میں اس کا نائب ہوگا۔ اگرچہ کائنات اور زمین اس وقت موجود تھیں کیونکہ قرآن نے آدم کی تخلیق سے پہلے زمین پر جنوں کا ذکر کیا ہے اور وہ اب بھی زمین کے باشندوں میں سے ہیں، اس سے تین سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

پہلا سوال: اللہ نے آدمؑ اور اماں حوا کو جنت میں رہنے کے لیے کیوں بھیجا؟ قرآن میں مذکور ہے کہ جب شیطان نے آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تو اللہ نے اس سے پوچھا: تجھے کس چیز نے سجدہ کرنے سے روکا

جب کہ میں نے تجھ کو حکم دیا تھا؟ بولا "میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اُسے مٹی سے۔" فرمایا، "اچھا، تو یہاں سے نیچے اُتر۔ تجھے حق نہیں ہے کہ یہاں بڑائی کا گھمنڈ کرے۔ **نکل جا کہ درحقیقت تو ان لوگوں میں سے ہے جو خود اپنی ذلت چاہتے ہیں**" (7:12-13)۔ ان آیات پر غور کرنے پر:

دوسرا سوال: شیطان مردود ہونے کے بعد جنت میں کیا کر رہا تھا؟

تیسرا سوال: اللہ نے آدمؑ اور حوا کو ایک جیسے بے شمار درختوں میں سے ایک مخصوص درخت کا پھل کھانے سے کیوں منع کیا؟ اس مثال پر غور کریں: اگر میں آپ کو چوبیس ایک جیسی مارکر قلم پیش کروں اور ایک پر انگلی رکھ کر آپ سے کہوں کہ اس ایک کے علاوہ باقی جس کا چاہیں انتخاب کریں، تو کیا یہ بے تکا نہیں لگے گا؟ یہ اِس کی بے مقصدیت کو اجاگر کرتی ہے۔

جب میں نے کہانی پر غور کیا تو چھ وجوہات ذہن میں آئیں:

i) اللہ علیم و خبیر ہونے کے ناطے، آدم کی تخلیق کے وقت ہی اس کی تمام خامیوں اور کمزوریوں سے واقف تھا، بشمول ایک اہم کمزوری کے جسے انسان اکثر نظر انداز کر دیتا ہے، جو دنیاوی آزمائشوں کے امتحان میں اس کی ناکامی کا اہم سبب ہے۔

ii) آدم پر اس اہم کمزوری کو ظاہر کرنے کے لیے جنت میں شیطان (دشمن) کی موجودگی ضروری تھی۔

iii) آدم کو زمین پر اپنا نائب مقرر کرنے سے پہلے، اس کی سب سے بڑی کمزوری کو دور کرنا بہت ضروری تھا۔ قرآن اشارہ کرتا ہے کہ اللہ نے آدم اور حوا کو جنت میں بھیجنے سے پہلے ان کے کٹر دشمن شیطان کے بارے میں خبردار کیا تھا۔ قرآن کہتا ہے: یاد کرو وہ وقت جب کہ ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ وہ سب تو سجدہ کر گئے، مگر ایک ابلیس تھا کہ انکار کر بیٹھا۔ اس پر ہم نے آدم سے کہا کہ "دیکھو، یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے، ایسا نہ ہو کہ یہ تمہیں جنت سے نکلوا دے اور تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔ یہاں تو تمہیں یہ آسائشیں حاصل ہیں کہ نہ بھوکے ننگے رہتے ہو، نہ پیاس اور دھوپ تمہیں ستاتی ہے۔" لیکن شیطان نے اس کو پھسلایا، کہنے لگا "آدم، بتاؤں تمہیں وہ درخت جس سے ابدی زندگی اور لازوال سلطنت حاصل ہوتی ہے"۔ آخرکار دونوں (میاں بیوی) اُس درخت کا پھل کھا گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فوراً ہی ان کے ستر ایک دوسرے کے آگے کھل گئے اور لگے دونوں اپنے آپ کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے۔ آدمؑ نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور راہِ راست سے بھٹک گیا (20:116-121)۔ شیطان کے بارے میں خبردار کیے جانے کے باوجود وہ اس گھناؤنی کمزوری کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہو گئے اور مصیبت میں پڑ

گئے۔ جب انہوں نے توبہ کی تو اللہ نے انہیں جنت میں معاف کر دیا (عیسائیت کے اصل گناہ کے تصور کو مسترد کرتے ہوئے)۔ یہ کمزوری سماجی ہم آہنگی کو تباہ کرتی ہے، اس لیے میری رائے میں اس کے نتائج کا سامنا کرنا ضروری تھا۔

iv) میری رائے میں انسان کی سب سے بڑی کمزوری کان کا کچا ہونا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آدم اور اماں حوا کو خبردار کیا تھا کہ شیطان ان کا ازلی دشمن ہے، پھر بھی اس کمزوری کی وجہ سے آدم اور حوا نے ممنوعہ درخت کا پھل کھا لیا۔ چونکہ یہ کمزوری انسان کو غیر معقول کام کرنے پر اکساتی ہے، اس لیے ضروری تھا کہ زمین پر اللہ کا نائب مقرر ہونے سے پہلے وہ اس مکروہ کمزوری کا خمیازہ بھگتیں، تاکہ وہ اور ان کی اولاد دنیاوی زندگی میں اس سے بچنے اور اس پر قابو پانے کی کوشش کریں۔ بدقسمتی سے ہم انسانوں نے اپنے جد امجد حضرت آدمؑ سے کوئی سبق نہیں سیکھا۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ علماء کرام اس من گھڑت قصے کو بہانہ بنا کر رحیم رب کو بہت سخت گیر رب بنا کر پیش کرتے ہیں۔ نتیجے کے طور پر، ہم اس سے محبت کرنے کے بجائے اس سے ڈرتے ہیں اور براہ راست اس سے معافی نہیں مانگتے بلکہ نام نہاد سفارشیوں کے ذریعے مانگتے ہیں۔ جو کہ شرپسند علماء کی آمدنی کا بڑا ذریعہ ہے۔

ایسے معاشرے جہاں لوگ چغلی سننے سے گریز کرتے ہوں، وہاں باہمی احترام اور رواداری پروان چڑھتی ہے۔ ایسے معاشرے مالی طور پر مستحکم ہو جاتے ہیں۔ ان کے اخلاق اعلیٰ ہوں گے کیونکہ ان کے معاشرے میں غیبت کا وجود نہ ہونے کے برابر ہو گا۔ نتیجتاً ایسے معاشروں میں انصاف کا بول بالا ہوتا ہے۔ اس لیے اس کمزوری پر قابو پانا دنیا و آخرت کی کامیابی کے لیے بہت ضروری ہے کیونکہ اس میں تمام مخلوقات بالخصوص انسانوں کے حقوق شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت کے لیے یہ دعا سکھائی ہے۔ "اے رب، میں پناہ چاہتا ہوں (شیاطین انسانوں اور جنوں) کے شر سے، اور اے رب، میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں" (23:97-98)۔

v) انسان اپنی عقل اور شعور کی وجہ سے اللہ کی بہترین مخلوق ہے۔ جنت کے امتحان کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ انسان کو خدا کی عطا کردہ عقل و شعور سے استفادہ نہ کرنے کے نتائج کا احساس دلایا جائے۔ جو لوگ عقل و فہم سے کام نہیں لیتے انہیں قرآن گدھا، مویشی یا اس سے بھی بدتر کہتا ہے۔

vi) یہ امتحان زمین پر لیا جاسکتا تھا، یہ جنت میں اس بات کو اجاگر کرنے کے لیے لیا گیا کہ اس کے انعامات ان لوگوں کے لیے ہیں جو اپنی خداداد صلاحیتوں، ذہانت اور شعور کو بروئے کار لا کر دنیاوی امتحان میں کامیاب ہوں گے۔ باقی اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

نتیجہ: اللہ جو اپنی مخلوق سے ان کی ماؤں سے ستر گنا زیادہ پیار کرتا ہے، اس نے آدمؑ کو مجرم ٹھہرانے کے لیے ان کا امتحان نہیں لیا تھا۔ بلکہ، رحیم رب ہونے کے ناطے، اس نے آدم کو آزمائش سے گزرنے دیا تاکہ وہ اپنی گھناؤنی کمزوری کے نتائج کو سمجھ سکے۔ تاکہ وہ اور اس کی اولاد آخرت کی کامیابی کے لیے اس پر قابو پانے کی کوشش کریں۔ تفریح کے لیے ایسا کرنا اللہ کی صفات کے خلاف ہے۔ یہ اس کی بنی نوع انسان سے محبت کا نتیجہ ہے کہ اس نے ان کی رہنمائی کے لیے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اور رسول بھیجے۔ اے اللہ ہمیں معاف فرما ہم نے جنت کی آزمائش سے سبق نہیں سیکھا۔ بے شک ہم اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ہیں، لیکن تو بڑا مہربان ہے، ہمیں اس راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرما جو تو نے ہمارے لیے چنا ہے۔ آمین !